فائدہ دیتا ہے۔ اس غرض کے لیے لہسن کو نوشادر کے ساتھ پیس کر لگایا جاتا ہے۔

بالخورہ کے مرض میں داڑھی' مونچھ اور سر کے بال جگہ جگہ سے اڑ جاتے ہیں' جس سے انسان کی شکل بگڑ جاتی ہے اور وہ ہر وقت ذہنی کوفت میں مبتلا رہتا ہے۔ لہسن کا استعمال بالخورہ کو دور کرنے کے لیے جادو کا اثر رکھتا ہے۔ لہسن کی چند پوتھیاں ایک چٹکی سرمہ کے ساتھ پیس کر لگا دینے سے از سر نو بال اُگ آتے ہیں اور بالخورہ غائب ہو جاتا ہے۔

لہسن کو پیس کر درد والی جانب لگانے سے آدھے سر کا درد دُور ہو جاتا ہے' اور پھوڑے پھنسیوں پر لگانے سے وہ بہت جلد گھل جاتی ہیں۔

اگر کان میں پھنسی ہو تو وہ بھی لہسن کا پانی کان میں ٹپکانے سے گھل جاتی یا پک کر پھوٹ جاتی ہے۔

اگر دانت میں کیڑا لگا ہو اور اس کی وجہ سے درد بے چین رکھتا ہو' لہسن کی پوتھی گرم کر کے دانت پر رکھ کر کچھ دیر دبائے رکھنے سے مکمل آرام ہو جاتا ہے۔

بچھو کے کاٹے کے لیے بھی لہسن فائدہ دیتا ہے۔ پیس کر لگائیں اور اسی کو کھلائیں۔

گٹھیا وغیرہ کے دردوں کے لیے صرف لہسن کو یا دوسری مناسب دواؤں کے ساتھ تیل میں پکا کر صاف کر لیتے ہیں اور پھر اس تیل کی نیم گرم مالش کرتے ہیں' نہایت مفید ہے۔

تازہ ترین طبی تحقیق کا فیصلہ ہے کہ لہسن دل میں کولسٹرول کی بہتات دور کرنے اور والو کھولنے میں بڑا مفید ہے۔ ناشتے اور دوپہر کے کھانے کے درمیان' جب معدہ بھرا ہوا نہ ہو' لہسن کی دو تین پوتھیاں یکے بعد دیگرے چبانے سے اور اُس کا عرق لعابِ دہن میں شامل کرنے سے دل میں جما ہوا کولسٹرول لعاب کی شکل میں باہر آ جاتا ہے۔ منہ لٹکا کر دیر تک تھوکتے رہیے۔ لعاب نگلنے سے بند والو کھل جاتی ہے۔ امراضِ قلب کے علاج میں لہسن کا استعمال نیا نیا وارد ہوا ہے اور بڑا مفید ثابت ہوا ہے۔

لہسن بھی نباتات قرآن کی فہرست میں شامل ہو کر حکمت قرآن کا ایک زندۂ جاوید ثبوت ہے جو روزِ اوّل سے آج تک پوری انسانیت کو' مذہب' رنگ ونسل' زبان کے امتیازات سے ماوراء' فائدے پہنچا رہا ہے۔

۞ ۞ ۞

مصاحف عثمانیہ

ایک تاریخی اور ارتقائی جائزہ

تحقیق و تحریر: حافظ محمد زبیر ☆

جمع قرآن

جمع قرآن کا لفظ بعض اوقات حفظ و استظہار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور بعض اوقات اس سے مراد کتابت ہوتی ہے' یعنی قرآن کو کلمات' آیات اور سُوَر کی شکل میں صحائف میں سطور کے مابین لکھنا۔ جمع قرآن بمعنی کتابت صدرِ اوّل میں تین مرتبہ ہوا۔ پہلی مرتبہ آنحضور ﷺ کے زمانے میں' دوسری مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اور تیسری مرتبہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دَورِ خلافت میں۔ ذیل میں ہم ان ادوارِ ثلاثہ میں جمع قرآن کی کیفیت ونوعیت کا جائزہ لیتے ہیں۔

دورِ نبویؐ میں جمع قرآن

ہر زمانے میں علوم کی حفاظت کے کچھ ذرائع و وسائل ہوتے ہیں جو کہ اس زمانے کے حالات و واقعات کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ نزولِ قرآن سے پہلے اہل عرب میں علوم کی حفاظت کا اصل ذریعہ حفظ تھا' کیونکہ کتابت اُس دَور میں بہت مشکل تھی۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ عربوں کا حافظہ بہت قوی تھا۔ اشعار کے بڑے بڑے دیوان' لمبے چوڑے نسب نامے' اپنے آباء واجداد کی لڑائیوں کے قصے انہوں نے اپنے سینوں میں محفوظ کر رکھے تھے۔ اس لیے اس وقت قرآن کی حفاظت کا اصل ذریعہ حفظ تھا' لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن کے حفظ و استظہار کے ساتھ ساتھ اس کی کتابت کی طرف بھی خصوصی توجہ فرمائی اور بہت سارے صحابہ کی یہ ذمہ داری مقرر کی۔ جب بھی قرآن کی کوئی آیت نازل ہوتی تو آپؐ ان

☆ شعبہ تحقیق اسلامی' قرآن اکیڈمی لاہور

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو بلوا کر وہ آیت لکھوا دیتے تھے۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو کہ قرآن مجید کی کتابت کرتے تھے' کاتبین وحی کے نام سے مشہور تھے۔ تاریخ و سیرت کی کتب میں تقریباً ۴۰ صحابہ کے نام ملتے ہیں جو کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں قرآن مجید کو لکھا کرتے تھے۔ ان میں چند ایک مشہور صحابہ یہ ہیں: حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت معاویہ' حضرت خالد بن ولید' حضرت ابی بن کعب' حضرت زید بن ثابت' حضرت ثابت بن قیس وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چین میں اگرچہ ورق ایجاد ہو چکا تھا اور اہل چین اس کو استعمال بھی کرتے تھے لیکن عرب میں ورق کی صنف ابھی تک متعارف نہیں ہوئی تھی' جس کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عام طور پر درختوں کے پتوں' جانوروں کے چمڑوں' بڑی بڑی پتھر کی سلوں' جانوروں کے شانے کی ہڈیوں اور کھجور کی شاخوں پر قرآن مجید کی آیات کو لکھا کرتے تھے۔ مختلف اشیاء پر مکتوب مکمل قرآن مجید آنحضور ﷺ کے گھر میں بھی اکٹھا کیا گیا' لیکن یہ کسی مصحف یا صحیفے کی شکل میں نہ تھا' بلکہ متفرق چیزوں پر لکھا ہوا تھا۔

عہد رسالت میں قرآن کی کتابت

بعض مستشرقین اگرچہ عہد رسالت میں قرآن کی کتابت کا انکار کرتے ہیں لیکن درج ذیل احادیث ان مستشرقین کے اس بودے موقف کا ردّ کرنے کے لیے کافی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' وہ فرماتے ہیں کہ:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى اَنْ يُّسَافَرَ بِالْقُرْآنِ اِلٰى اَرْضِ الْعَدُوِّ (۱)

''بے شک اللہ کے رسول ﷺ نے منع کیا کہ قرآن کے ساتھ دشمن کی سرزمین کی طرف سفر کیا جائے''۔

اس روایت میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہاں قرآن سے مراد مکتوب قرآن ہے اور اللہ کے رسول ﷺ نے اس احتیاط کے پیش نظر کہ غیر مسلم قرآن مجید کی بے حرمتی نہ کریں قرآن کو دشمنوں کی سرزمین میں لے جانے سے منع کیا۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے واقعہ سے بھی اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی یادداشت کے لیے قرآن کریم کی آیات اپنے پاس رکھ لیتے تھے۔ حضرت عمرؓ کی بہن حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا اور بہنوئی سعید بن زید رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

(۱) صحیح البخاری' کتاب الجہاد والسیر' باب السفر بالمصاحف الی ارض العدو۔

سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ حضرت عمرؓ اُن کے اسلام کی خبر سن کر غصے میں بھرے ہوئے اُن کے گھر میں داخل ہوئے تو ان دونوں میاں بیوی کے سامنے ایک صحیفہ رکھا ہوا تھا جس میں سورۂ طٰہٰ کی آیات درج تھیں اور حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ ان کو پڑھا رہے تھے۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس قرآن کریم لکھا ہوا موجود تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو قرآن کو دیکھ کر پڑھنے اور دشمن کی سرزمین میں لے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآن کی کتابت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت کو سنبھالا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی خلافت کے ابتدائی دَور میں ہی بہت سی مشکلات اور حوادث کا سامنا کرنا پڑا۔ ان مشکلات میں سے ایک مسلمانوں اور مرتدین کے درمیان ہونے والی جنگ یمامہ تھی۔ مسیلمہ کذاب (جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا) کی تعلیمات سے متاثر ہو کر بہت سارے نومسلم قبیلے مرتد ہو گئے جس کے سبب سے مسیلمہ کذاب اور مسلمانوں کے درمیان جنگ یمامہ ہوئی۔ اس جنگ میں ستر کے قریب حفاظ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ بعض مؤرخین نے یہ تعداد پانچ سو تک بھی بتائی ہے۔ ان شہداء میں مولیٰ ابی حذیفہ سالم رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر ملی تو وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپؓ کو تجویز پیش کی کہ قرآن کو ضائع ہونے سے پہلے پہلے ایک جگہ جمع کر دیا جائے۔ شروع میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے توقف کیا لیکن بعد میں آپؓ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے متفق ہو گئے۔ بعدازاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرنے کے بعد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (کاتب وحی) کو اس کام کے لیے منتخب فرمایا اور ان کو بلا کر ان کے سامنے یہ فکر پیش کی۔ حضرت زیدؓ نے بھی شروع میں تامل کیا لیکن حضرت ابوبکرؓ ان کے شکوک و شبہات کو دور کرتے رہے اور جمع قرآن کی مصلحتیں بیان کرتے رہے' یہاں تک کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ مطمئن ہو گئے اور انہوں نے حضرت ابوبکر' عمر اور دوسرے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نگرانی میں قرآن کو جمع کرنے کے کام کا آغاز کیا' اس بارے میں صحیح بخاری میں حضرت زید بن ثابتؓ ہی سے مروی ہے' وہ فرماتے ہیں:

اَرْسَلَ اِلَیَّ اَبُوْبَکْرٍ مَقْتَلَ اَھْلِ الْیَمَامَۃِ فَاِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عِنْدَہٗ۔ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِنَّ عُمَرَ اَتَانِیْ فَقَالَ : اِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ یَوْمَ

الْيَمَامَةِ بِقُرَّاءِ الْقُرْآنِ وَإِنِّيْ اَخْشٰى اَنْ يَّسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ بِالْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبَ كَثِيْرٌ مِّنَ الْقُرْآنِ وَإِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَاْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْآنِ۔ قُلْتُ لِعُمَرَ: كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ عُمَرُ: هٰذَا وَاللّٰهِ خَيْرٌ، فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِيْ حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِيْ لِذٰلِكَ وَرَاَيْتُ فِيْ ذٰلِكَ الَّذِيْ رَأَى عُمَرُ، قَالَ زَيْدٌ: قَالَ اَبُوْبَكْرٍ: اِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ لَا نَتَّهِمُكَ، وَقَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ فَتَتَبَّعِ الْقُرْآنَ فَاجْمَعْهُ۔ فَوَاللّٰهِ لَوْ كَلَّفُوْنِيْ نَقْلَ جَبَلٍ مِّنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ اَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا اَمَرَنِيْ بِهٖ مِنْ جَمْعِ الْقُرْآنِ! قُلْتُ: كَيْفَ تَفْعَلُوْنَ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ اَبُوْبَكْرٍ يُرَاجِعُنِيْ حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِيْ لِلَّذِيْ شَرَحَ لَهٗ صَدْرَ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْآنَ اَجْمَعُهٗ مِنَ الْعُسُبِ وَاللِّخَافِ وَصُدُوْرِ الرِّجَالِ حَتّٰى وَجَدْتُّ آخِرَ سُوْرَةِ التَّوْبَةِ مَعَ اَبِيْ خُزَيْمَةَ الْاَنْصَارِيِّ لَمْ اَجِدْهَا مَعَ اَحَدٍ غَيْرِهٖ ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ حَتّٰى خَاتِمَةِ بَرَآءَةَ۔ فَكَانَتِ الصُّحُفُ عِنْدَ اَبِيْ بَكْرٍ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَيَاتَهٗ، ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ (۱)

''جنگ یمامہ کے فوراً بعد حضرت ابوبکر ؓ نے مجھے بلا بھیجا۔ حضرت عمر بن خطاب ؓ بھی ان کے پاس موجود تھے۔ حضرت ابوبکر ؓ نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت عمرؓ میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ جنگ یمامہ میں قراء صحابہ کرام کی ایک بہت بڑی تعداد شہید ہوگئی ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ اس طرح اگر مختلف مواقع پر قراء کی بڑی تعداد شہید ہوتی رہی تو قرآن کا بہت سارا حصہ ضائع نہ ہو جائے' لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن کے جمع کرنے کا حکم دیں۔ میں نے حضرت عمرؓ سے کہا میں ایسا کام کیسے کروں جو کہ اللہ کے رسول ﷺ نے نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا اللہ کی قسم! یہ کام خیر ہی خیر ہے۔ پس حضرت عمرؓ مجھے بار بار یہی کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے میرے سینے کو کھول دیا اور اب میری بھی اس مسئلے میں وہی رائے ہے جو کہ حضرت عمرؓ کی رائے ہے۔ حضرت زیدؓ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ نے کہا:

(۱) صحيح البخاري' كتاب فضائل القرآن' باب جمع القرآن۔

(اے زید!) بے شک تم ایک نوجوان اور سمجھ دار آدمی ہو اور ہمیں تمہارے اوپر اعتماد بھی ہے اور تم اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں وحی بھی لکھا کرتے تھے' پس تم قرآن کی آیات کو تلاش کر کے جمع کرو۔ (حضرت زیدؓ فرماتے ہیں) اللہ کی قسم! اگر وہ مجھے کسی پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیتے تو میرے اُوپر اتنا گراں نہ گزرتا جتنا جمع قرآن کا حکم میرے اوپر گراں گزرا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! یہ کام خیر ہی خیر ہے۔ پس حضرت ابوبکرؓ مسلسل مجھے یہ بات کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے سینے کو اس بات کے لیے کھول دیا جس کے لیے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے سینے کو کھولا تھا۔ پس میں نے قرآن کو تلاش کرنا شروع کیا اور کھجور کی شاخوں' پتھر کی سلوں اور لوگوں کے سینوں سے قرآن جمع کیا' یہاں تک کہ سورۃ التوبہ کی آخری آیت ﴿لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ حضرت ابوخزیمہ انصاریؓ کے علاوہ کسی کے پاس نہ پائی۔ یہ صُحُف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رہے یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی' پھر حضرت عمرؓ کے پاس رہے' پھر اُن کی وفات کے بعد اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے پاس چلے گئے''۔

صُحفِ ابی بکرؓ کی خصوصیات

سب سے پہلی بات جو قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع شدہ قرآن کے لیے ابن حجر وغیرہ نے فتح الباری میں مُصحَف کی جگہ صُحُف کا لفظ نقل کیا ہے جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع قرآن کے لیے صُحُف کی جگہ مُصحَف یا مصاحف کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ بہرحال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع ہونے والے قرآن کی درج ذیل خصوصیات ہیں:

۱) یہ قرآن مختلف صحف (صحیفوں) کی شکل میں تھا۔ ہر سورت الگ الگ لکھی ہوئی تھی۔ سورتوں میں آیات تو ترتیب کے ساتھ تھیں لیکن یہ سورتیں مرتب نہ تھیں' بلکہ الگ الگ صحیفوں کی شکل میں ان سورتوں کو اکٹھا کر کے ایک مصحف کی شکل دے دی گئی تھی جو کہ درحقیقت چھوٹے چھوٹے صحف پر مشتمل تھا۔

۲) ان صحف میں ان آیات کو درج کیا گیا جن کی تلاوت منسوخ نہ ہوئی تھی۔

۳) ان صحف کی صحت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع تھا' جس کی وجہ سے ان کو اُمت

میں ایک سند کی حیثیت حاصل تھی۔ اگرچہ بعض دوسرے صحابہ مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ نے انفرادی طور پر قرآن کو جمع کرنے کی کوششیں کیں لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس لیے جامع القرآن کہا گیا کہ ان کے جمع شدہ قرآن کو پوری اُمت نے تسلیم کیا اور اس پر صحابہ کا اجماع تھا' جبکہ باقی مصاحف کی اہمیت زیادہ سے زیادہ انفرادی نسخوں کی تھی' جن میں سے بعض نسخ میں ایسی منسوخ التلاوۃ آیات بھی شامل تھیں جن کے نسخ کا بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو علم نہ ہو سکا تھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دَور میں جمع قرآن

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فتوحات کا دائرہ وسیع تر ہوتا چلا گیا اور اسلامی سلطنت کی سرحدیں مکہ و مدینہ سے نکل کر روم و ایران کی سرزمین تک پھیل گئیں۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگوں نے اسلام قبول کرنا شروع کیا۔ یہ نومسلم اپنے علاقوں میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے شاگردوں سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے۔ جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ سے یہ بات واضح ہے کہ قرآن کو سات حروف پر اُتارا گیا۔ جب تک لوگ اس حقیقت سے واقف تھے اُس وقت تک تو کوئی اختلاف سامنے نہ آیا' لیکن آپ ؐ کی وفات کے بعد آپ ؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف شہروں میں پھیل گئے۔ ان میں سے ہر صحابی کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قراءات پڑھائی تھی' جو کہ دوسرے صحابیؓ کو معلوم نہ تھی۔ جب ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مختلف بڑے بڑے اسلامی شہروں میں جا کر لوگوں کو اپنی اپنی قراءت کے مطابق قرآن کی تعلیم دی تو اس وقت لوگوں میں جھگڑے پیدا ہونے لگے۔

مثلاً اہل شام حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت کے مطابق قرآن پڑھتے تھے اور اہل کوفہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کو ترجیح دیتے تھے اور ان کے علاوہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی قراءت لیتے تھے جس کی وجہ سے حروف کی ادائیگی اور وجوہِ قراءت میں لوگوں کے درمیان اختلاف بڑھتا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد چونکہ یہ اختلاف کھل کر سامنے آیا تھا لہٰذا یہ محسوس ہونے لگا کہ یہ اختلاف بہت بڑے فتنے کا سبب بن جائے گا اور لوگ قرآن کی متواتر قراءات کو غلط قرار دے کر سنگین جرم کے مرتکب ہوں گے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نسخے کے علاوہ جو کہ اُس وقت مدینہ طیبہ میں حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھا' دوسرا کوئی ایسا معیاری نسخہ نہ تھا جو کہ پوری اُمت کے لیے حجت بن سکتا۔ چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے انفرادی نسخے اپنی اپنی قراءت کے مطابق رسم الخط

میں لکھے ہوئے تھے اور ان انفرادی نسخوں میں ساتوں حروف کے جمع کرنے کا اہتمام نہ کیا گیا تھا لہٰذا ہر صحابی اپنے پاس موجود مصحف سے اس کے رسم الخط کے مطابق تلاوت کرتا تھا۔ اور بعض اوقات جب کوئی تابعی ایسے حروف کی ادائیگی کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرتا جو کہ کسی دوسرے صحابی کے شاگرد تابعی کے مصحف کے رسم الخط کے مطابق نہ ہوتی تو وہ اس پر کفر کا فتویٰ بھی لگا دیتا۔ ابن ابی داوٗد ''المصاحف'' میں ابوقلابۃ کے طریق سے نقل کرتے ہیں:

''لَمَّا كَانَتْ خِلَافَةُ عُثْمَانَ جَعَلَ الْمُعَلِّمُ يُعَلِّمُ قِرَاءَ ةَ الرَّجُلِ، وَالْمُعَلِّمُ يُعَلِّمُ قِرَاءَ ةَ الرَّجُلِ فَجَعَلَ الْغِلْمَانُ يَلْتَقُوْنَ فَيَخْتَلِفُوْنَ حَتّٰى ارْتَفَعَ ذٰلِكَ اِلَى الْمُعَلِّمِيْنَ، حَتّٰى كَفَّرَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَبَلَغَ ذٰلِكَ عُثْمَانَ ، فَخَطَبَ فَقَالَ: ''اَنْتُمْ عِنْدِیْ تَخْتَلِفُوْنَ فَمَنْ نَأٰی عَنِّیْ مِنَ الْاَمْصَارِ اَشَدُّ اخْتِلَافًا'' (۱)

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بعض معلمین قرآن نے اپنے شاگردوں کو ایک قراءت کے مطابق قرآن پڑھایا جبکہ دوسرے معلمین نے دوسری قراءت کے مطابق۔ اس طرح مختلف اساتذہ کے شاگرد جب آپس میں ملتے تو اختلاف کرتے۔ بعض اوقات یہ اختلاف اساتذہ تک پہنچ جاتا یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگاتے۔ یہ ساری بات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی۔ انہوں نے خطاب کرتے ہوئے کہا: ''تم لوگ مدینہ طیبہ میں میرے قریب ہوتے ہوئے اختلاف کرتے ہو' تو جو لوگ مجھ سے دور دوسرے شہروں میں ہیں وہ تو اختلاف میں اور زیادہ سخت ہوں گے!''

قراءات کے اس اختلاف کے سبب سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کا ایک ایسا نسخہ تیار کرنے کا ارادہ کیا جو سب کے لیے واجب الاقتداء ہو۔ اس غرض سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے وہ صحیفے منگوائے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں اکٹھے کیے گئے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار صحابہ کرام حضرت زید بن ثابت' حضرت عبداللہ بن زبیر' حضرت سعید بن العاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم پر مشتمل ایک کمیٹی ترتیب دی اور انہیں اس کام پر مأمور کیا کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صحیفوں سے نقل کر کے کئی ایسے مصاحف تیار کریں جو کہ سورتوں کے اعتبار سے مرتب ہوں۔ شروع میں یہ چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کام پر مأمور تھے' بعد میں ان کی تعداد بارہ تک پہنچ گئی۔

(۱) مناهل العرفان' علامه عبدالعظيم زرقانی' ج ۱' ص ۲۴۹۔

امام بخاریؒ نے اس سارے واقعے کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

اَنَّ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ قَدِمَ عَلٰى عُثْمَانَ وَكَانَ يُغَازِيْ اَهْلَ الشَّامِ فِيْ فَتْحِ اِرْمِيْنِيَةَ وَاَذْرَبِيْجَانَ مَعَ اَهْلِ الْعِرَاقِ، فَاَفْزَعَ حُذَيْفَةَ اخْتِلَافُهُمْ فِي الْقِرَاءَةِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ لِعُثْمَانَ: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَدْرِكْ هٰذِهِ الْاُمَّةَ قَبْلَ اَنْ يَّخْتَلِفُوْا فِي الْكِتَابِ، اخْتِلَافَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى۔ فَاَرْسَلَ عُثْمَانُ اِلٰى حَفْصَةَ اَنْ اَرْسِلِيْ اِلَيْنَا بِالصُّحُفِ نَنْسَخُهَا فِي الْمَصَاحِفِ ثُمَّ نَرُدُّهَا اِلَيْكِ فَاَرْسَلَتْ بِهَا حَفْصَةُ اِلٰى عُثْمَانَ فَاَمَرَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ، وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، فَنَسَخُوْهَا فِي الْمَصَاحِفِ وَقَالَ عُثْمَانُ لِلرَّهْطِ الْقُرَيْشِيِّيْنَ الثَّلَاثَةِ: اِذَا اخْتَلَفْتُمْ اَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِيْ شَيْءٍ مِنَ الْقُرْآنِ فَاكْتُبُوْهُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ، فَاِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ فَفَعَلُوْا حَتّٰى اِذَا نَسَخُوا الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ اِلٰى حَفْصَةَ وَاَرْسَلَ اِلٰى كُلِّ اُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِمَّا نَسَخُوْا وَاَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْآنِ فِيْ كُلِّ صَحِيْفَةٍ اَوْ مُصْحَفٍ اَنْ يُّحْرَقَ۔[1]

''حضرت حذیفہ بن یمان ؓ حضرت عثمان ؓ کے پاس آئے اور اس زمانے میں اہل شام اہل عراق کے ساتھ مل کر آرمینیہ اور آذربائیجان میں جہاد کر رہے تھے۔ حضرت حذیفہ ؓ کو لوگوں کے قرآن کے اختلاف سے بڑا ڈر پیدا ہوا۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے پاس آ کر کہا اے امیر المؤمنین! اس اُمت کا پہلے سے ہی انتظام کر دیں، یہ نہ ہو کہ وہ بھی یہود و نصاریٰ کی طرح اپنی کتاب میں اختلاف کرنے لگیں۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہ ؓ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ ہمیں حضرت ابوبکر ؓ کے دَور میں جمع کردہ صحف بھجوا دیں، ہم انہیں نقل کر کے اصل نسخہ آپ کو واپس کر دیں گے۔ حضرت حفصہؓ نے وہ صحف حضرت عثمانؓ کے پاس بھیج دیے۔ حضرت عثمانؓ نے حضرات زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام ؓ کو حکم دیا کہ وہ اس کو مصاحف میں نقل کریں۔ حضرت عثمان ؓ نے تینوں قریشی صحابہ سے کہا کہ جب تمہارا حضرت زید بن ثابت

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن۔

سے کسی جگہ اختلاف ہو جائے تو اس کو قریش کی زبان میں لکھنا (حضرت زید بن ثابت انصاری صحابی تھے) کیونکہ قرآن ان کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ لہٰذا انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب ان صحابہ کرام نے صحف کو مصاحف میں نقل کر لیا تو حضرت عثمانؓ نے صحف حضرت حفصہ کو واپس لوٹا دیے اور ہر طرف ان لکھے ہوئے نسخوں کے مطابق مصاحف پھیلا دیے اور ان کے علاوہ جتنے بھی صحائف یا مصحف تھے ان کو جلانے کا حکم دیا''۔

مصاحفِ عثمانیہ کی تعداد

ابوعمرو دانی کی تحقیق کے مطابق جمہور علماء کے نزدیک مصاحف عثمانیہ کی تعداد چار تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کوفہ، بصرہ اور شام میں ایک ایک مصحف بھیجا جبکہ ایک اپنے پاس رکھا۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ ان مصاحف کی تعداد سات تھی اور حضرت عثمانؓ نے سابقہ تین شہروں کے علاوہ مکہ، یمن اور بحرین کی طرف بھی ایک ایک مصحف بھیجا۔ ابوعمرو دانی کا کہنا ہے کہ پہلا قول اصح ہے اور ائمہ اُمت کا بھی یہی قول ہے۔ امام سیوطی اور ابن حجر کا رجحان اس طرف ہے کہ یہ مصاحف تعداد میں کل پانچ تھے۔

مصاحفِ عثمانیہ کی خصوصیات

۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں جو نسخہ تیار ہوا تھا اس میں سورتیں مرتب نہ تھیں، بلکہ ہر سورت الگ الگ لکھی ہوئی تھی۔ ان حضرات نے تمام سورتوں کو جمع کر کے موجودہ ترتیب کے ساتھ ایک ہی مصحف میں لکھا۔ ہر سورت کے آغاز میں آیت بسم اللہ لکھی گئی، سوائے سورۂ براءۃ کے۔

۲) قرآن کریم کی آیات کو لکھتے وقت ایسے رسم الخط کا انتخاب کیا گیا جس میں تمام قراءات سما جائیں۔ جس جگہ ایک رسم الخط میں ساری قراءات اکٹھی نہ ہو سکتی تھیں، جیسا کہ حذف و زیادت کے اختلافات ہیں، تو ایک مصحف میں ایک رسم الخط کے مطابق اور دوسرے مصحف میں دوسرے رسم الخط کے مطابق لکھا گیا۔ جیسا کہ ایک قراءت کے مطابق ﴿وَوَصّٰى بِهَا اِبْرٰهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ﴾ اور دوسری قراءات میں ﴿وَاَوْصٰى بِهَا اِبْرٰهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ﴾ ہے۔ یہ ''وَصّٰى'' اور ''اَوْصٰى'' کا اختلاف ایسا ہے جس کو ایک رسم الخط میں جمع کرنا مشکل ہے، لہٰذا ایک مصحف میں ایک قراءت کے مطابق رسم الخط رکھا گیا اور دوسرے مصحف میں دوسری قراءت کے مطابق رسم الخط رکھا گیا۔

۳) آیاتِ قرآنیہ کو لکھتے وقت اعراب اور نقطوں سے خالی رکھا گیا تھا' تا کہ تمام متواتر قراءتیں اس میں سما جائیں۔ جیسا کہ آیہ مبارکہ ﴿وَانظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا﴾ میں آخری لفظ کو ''سسرھا'' لکھا گیا' تا کہ اس کو دو طرح سے ''نَنشُرُهَا'' اور ''نُنشِزُهَا'' پڑھا جا سکے' جبکہ دونوں متواتر قراءات ہیں۔

۴) اب تک قرآن کریم کا مکمل معیاری نسخہ صرف ایک تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اس مجمع علیہ مصحف کی کئی زائد نقول تیار ہو گئیں۔

۵) یہ مصاحف تمام منسوخ آیات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اُن تفسیری کلمات سے پاک تھے جو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے مصاحف میں بعض اوقات لکھ لیتے تھے اور اس بات کا امکان موجود تھا کہ لوگ ان کو قرآن کا حصہ سمجھ کر ان کی تلاوت کرنے لگیں۔ اس کے علاوہ بہت ساری منسوخ التلاوۃ آیات بھی بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مصاحف میں لکھی ہوئی تھیں' کیونکہ ان کو ان آیات کے منسوخ ہونے کا علم نہ ہو سکا تھا۔

صُحُفِ ابی بکر اور مصاحفِ عثمانیہ کا فرق

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحف میں قرآن کو جمع کیا جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف میں قرآن مجید کو جمع اور نقل کیا۔ صُحُف ''صَحِيْفَةٌ'' کی جمع ہے۔ لغت میں اس سے مراد ورق یا چمڑے کا ٹکڑا ہے جس پر لکھا جائے۔

مُصْحَف ''اَصْحَفَ'' سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کے معنی ''جمع کرنے'' کے ہیں۔ گویا کہ مُصْحَف سے مراد ''جمع کیا ہوا'' ہے۔ مُصْحَف کے لغوی معنی میں دُفَّتَيْن شامل ہیں جو کہ مختلف اوراق اور صحف کو جمع کرنے کے لیے جوانب کا کردار ادا کرتے ہیں۔

اصطلاحی طور پر صحف سے مراد مجرد اوراق ہیں جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قرآن جمع کیا گیا۔ یہ اوراق سورتوں پر مشتمل تھے جن میں صرف آیات مرتب تھیں جبکہ ہر سورت علیحدہ علیحدہ لکھی ہوئی تھی اور مصاحف سے مراد وہ اوراق ہیں جن میں قرآن مجید آیات وسُوَر کی ترتیب سے اسی طرح جمع کیا گیا جس طرح سے یہ آج ہمارے پاس موجود ہے' اور اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اُمت کا اجماع ہو گیا۔

مصاحفِ عثمانیہ کی تجوید و تحسین

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دَور میں تیار شدہ مصاحف پر اُمت کا اجماع ہو گیا لہٰذا قرآن کو

رسم عثمانی کے خلاف لکھنا حرام قرار دیا گیا۔ صحابہ وتابعین نے ان مصاحف عثمانیہ کی نقول تیار کر کے قرآن کریم کی وسیع پیمانے پر نشر واشاعت کی۔ لیکن چونکہ ابھی تک یہ مصاحف اعراب وحرکات اور نقاط سے خالی تھے لہٰذا عجمی ممالک کے نومسلم معاشروں کے افراد کے لیے ان کی تلاوت میں دشواری ہوتی تھی۔ تسہیل تلاوت کے لیے مختلف اوقات میں مسلم حکومتوں کی سرپرستی میں ان مصاحف عثمانیہ میں نقاط' حرکات' اعراب' رکوعات وغیرہ کا اضافہ کیا گیا تاکہ لوگوں کو تلاوت میں سہولت وآسانی رہے۔ ذیل میں ہم ان اضافوں اور ان کے شرعی حکم پر بحث کریں گے۔

مصاحفِ عثمانیہ کے نقطے

مصاحفِ عثمانیہ شروع میں نقطوں سے خالی تھے۔ بعض مؤرخین کی رائے یہ ہے کہ مصاحف عثمانیہ کی نقل کے وقت اہل عرب نقطوں کے استعمال سے ناواقف تھے۔ بعد میں ابوالاسود الدولی نے نقطوں کو متعارف کروایا۔ جبکہ ایک دوسری رائے کے مطابق اسلام سے قبل نقطے کلامِ عرب میں معروف تھے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مصاحف عثمانیہ کو نقل کرتے وقت جان بوجھ کر نقطوں کو ترک کر دیا تھا تاکہ زیادہ سے زیادہ سبعۃ اَحرف کو ایک ہی مصحف کے رسم الخط میں جمع کیا جا سکے۔

اس بارے میں بھی مؤرخین کا اختلاف ہے کہ قرآن پر نقطے لگانے کا کام سب سے پہلے کس نے کیا۔ بعض کا دعویٰ ہے کہ سب سے پہلے ابوالاسود الدؤلی نے نقطے لگائے۔ بعض کے نزدیک اُموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کی ہدایت پر حجاج بن یوسف نے نصر بن عاصم اللیثی اور یحییٰ بن یعمر العدوانی کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ قرآن کریم پر نقطے لگائیں تاکہ عجمیوں کے لیے قرآن پڑھنے میں آسانی ہو۔

مصاحفِ عثمانیہ کے اعراب وحرکات

نقطوں کی طرح اعراب وحرکات لگانے کے بارے میں بھی مؤرخین کا اختلاف ہے کہ یہ کام سب سے پہلے کس نے کیا۔ ایک روایت کے مطابق ابوالاسود الدؤلی نے سب سے پہلے والیٔ بصرہ زیاد کی ہدایات پر یہ کام کیا۔ لیکن اس وقت زبر کے لیے حرف کے اوپر ایک نکتہ (ـٔـ) اور زیر کے لیے نیچے ایک نکتہ (ـِـ)' پیش کے لیے حرف کے سامنے ایک نکتہ (ـ•) اور سکون کے لیے دو نقطے (ـ••) استعمال کیے جاتے تھے۔ بعد میں وقت کے ساتھ ساتھ اعراب وحرکات کا یہ انداز تبدیل ہوتا گیا۔

مصاحفِ عثمانیہ کے نقطوں اور اعراب کی شرعی حیثیت

شروع میں علماء نے مصاحف کو نقطوں اور اعراب وحرکات سے مزین کرنے کو مکروہ قرار دیا۔ جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا جاتا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''جَرِّدُوا الْقُرْآنَ وَلَا تَخْلِطُوْهُ بِشَیْءٍ''(۱)

''قرآن کو پاک کر دو اور اس کو کسی چیز کے ساتھ خلط ملط نہ کرو''۔

لیکن زمانے کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ مسلمان قرآن کے رسم اور ادائیگی کی حفاظت کے لیے مصاحف پر نقطے اور اعراب وحرکات لگانے پر مجبور ہو گئے' تاکہ اعراب و حرکات اور نقطوں سے خالی ہونے کی وجہ سے لوگ الفاظِ قرآنی کی ادائیگی میں اختلاف کا شکار نہ ہو جائیں اور ہر کوئی اپنی مرضی کے اعراب وحرکات اور نقطے لگاتے ہوئے قرآن کی تلاوت نہ کرنے لگ جائے۔

مصاحف کے رسم الخط اور خط کی تبدیلی

رسم الخط اور خط میں فرق ہے۔ مصاحف کے رسم الخط سے مراد کلمات قرآنیہ کی وہ وضع ہے جس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کی کتابت کرواتے وقت پسند کیا تھا۔ جبکہ خط سے مراد لکھنے کا ایک انداز یا سٹائل (style) ہے۔ اس فرق کو ہم درج ذیل مثال سے سمجھتے ہیں:

''مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ'' میں ''ملك'' کا رسم الخط حذفِ الف کے ساتھ ہے۔ یعنی ''مالك'' کو بغیر الف کے قرآن مجید میں ''مٰلك'' لکھا گیا ہے۔ یہ اس کا رسم الخط ہے۔ اس کو تبدیل کرنا حرام ہے۔ لہٰذا اگر کوئی مصحف میں ''ملك'' کو ''مالك'' لکھتا ہے تو یہ بالاتفاق حرام ہے۔ لیکن ''مٰلك'' کو (بغیر الف کے بھی) مختلف انداز سے لکھا جا سکتا ہے' یعنی اس کو آپ خطِ نسخ میں لکھیں یا خطِ نستعلیق میں' دونوں طرح جائز ہے بشرطیکہ رسم الخط وہی رہے۔

اعراب القرآن کی علامات اور نقطوں کی تبدیلی

اعراب القرآن کی علامات بھی مختلف ادوار میں علماء کی طرف سے مختلف مقرر کی جاتی رہی ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ شروع میں زیر' زبر اور پیش وغیرہ کے لیے نقطے استعمال ہوتے تھے' جبکہ عصر حاضر میں زیر' زبر اور پیش کے لیے ـِ' ـَ اور ـُ کی علامات استعمال کی جاتی ہیں۔

(۱) مناهل العرفان' علامه عبدالعظيم زرقانی' ج ۱' ص ۴۰۲۔